Vol. 7 No.1 2024

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7615

# "ہم سفر" از حمیدہ اختر حسین شخصیات کا نگار خانہ

# “Hum Safar”by Hamida Akhtar Hussain portrait gallery of Personalities

**ڈاکٹر حنا اصغر** ،وزیٹنگ اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، ایجوکیشن یونیورسٹی لوئر مال کیمپس، لاہور

**ارباب خان**، اسکالر پی ایچ ڈی، شعبہ اردو ہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ

**احتشام الحق**، شعبہ اردو، یونیورسٹی آف صوابی

Dr. Hina Asghar, Visiting Assistant Professor, Department Of Urdu, University of Education, Lower Mall campus, Lahore.

hinaasghar32@gmail.com

Arbab Khan, Scholar PhD, Department Of Urdu, Hazara University Mansehra.

Ihtisham ul Haq , Deptt of Urdu , University of Swabi

## Abstract

*Autobiography is an important genre of prose in Urdu literature. In Urdu language, the word Ap Beti is used for this.The word aap beti is made up of two words namely aap itself and beti which has passed on itself.Aap Beti is an Urdu language word which means own story, own situation, autobiographical life situations, personal experience, past events etc.In the term of Urdu literature, aap beti refers to the written form of the situations and events that happen to oneself. That is, to describe or write down the situations and events that happen to one's own words.There are many women in Urdu literature who wrote Autobiographies.In these Autobiographies Hamida Akhtar Hussain RaiPuri's autobiography "Hum Safar" is also important. Hamida Akhtar Hussain Raipuri was the daughter of the most popular detective novelist of her time, Zafar Umar, and the wife of eminent writer and progressive critic Dr. Akhtar Hussain Raipuri. Hamida Akhtar Hussain devoted her entire life to household affairs. Her two goals in life were the best education of her children and the loving companionship of her husband in her life. After the death of her husband, at the insistence of her husband's friend, Dr. Jameel Jalbi, at the age of 72, she put down the golden moments of her life on paper and settled a beautiful world of memories in the form of an autobiography “Hum safar”. It is a biography, but also a tribute to the beautiful moments spent with her husband. It is not only her life; it is also a journey to many other worlds. The pictures are also a practical example for women to lead a perfect married life. The most important aspect of this autobiography is the excellent and beautiful examples of character portraits. This paper examines the hidden personal aspects of the important personalities of this era that we were not aware of before.*

**Key Words:** Hamida Akhtar Hussain Raipuri, Autobiography, Muraqqa-Nigari, Autobiography “Hum safar”. “Hum safar” Portrait gallery of Personalities.

آپ بیتی کسی شخص کے ان مشاہدات و تجربات اور واقعات کی دستاویز ہوتی ہے جس سے ان کا اپنی زندگی میں واسطہ پڑا ہو۔ یا خود پر بیتے حالت کی روداد آپ بیتی کہلاتی ہے۔ یہ کسی فرد کی پیدائش سے وفات تک کے واقعات کی وہ مفصل روئیداد ہے جس میں زندگی کی اہم ترین جزیات یعنی اعمال وافکار کا بھرپور احاطہ کیا جاتا ہے۔ اس لحاظ سے اسے کسی بھی زندگی کی مکمل و مفصل تاریخ کہا جاسکتا ہے۔[1] زندگی کے مختلف شعبہ جات میں مردوں کے ساتھ ساتھ خواتین نے بھی اہم کردار ادا کیا ہے۔ زندگی کے ہر شعبے میں خواتین اپنا مقام بنانے میں کامیاب ہوئی ہیں۔ اردو ادب کا شعبہ بھی ایسا ہی ہے۔ جس میں مردوں کے شانہ بشانہ خواتین نے بھی اردو ادب کی ترویج و ترقی میں اہم کردار ادا کیا۔ اردو ادب میں دوسری صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کے اوائل میں اردو صحافت کے ذریعے خواتین نے ادب کے شعبے میں قدم رکھا۔ ورنہ اس سے پہلے عورت کا لکھنا معیوب سمجھا جاتا تھا۔ ادب کی دیگر اصناف میں تو عورتوں نے دیر سے لکھنا شروع کیا۔ لیکن آپ بیتی یا خود نوشت وہ صنف ادب ہے جس میں خواتین شروع ہی سے سرگرم عمل رہیں اور بعض محققین کا خیال یہ ہے کہ اردو کی پہلی خود نوشت بھی ایک خاتون نے لکھی۔ خواتین کی آپ بیتیوں سے پتہ چلتا ہے کہ خواتین دنیا کو کس طرح دیکھتی ہیں۔ پڑھنے والے قارئین بھی ان آپ بیتیوں کو پڑھ کر جانتے ہیں کہ خواتین کو کن کن مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یہ آپ بیتیاں صرف آپ بیتیاں ہی نہیں بلکہ ایک اہم تاریخی دستاویز کی حیثیت سے رکھتی ہیں۔ ان آپ بیتیوں میں اس عہد کے سیاسی، سماجی، معاشرتی، معاشی، تہذیبی، ثقافتی اور روزمرہ زندگی کے نقوش بھی نظر آتے ہیں۔ خواتین کی آپ بیتیوں کا

Vol. 7 No.1 2024
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

جائزہ لیا جائے تو ان میں پہلا نام نواب پٹودی کے خاندان سے تعلق رکھنے والی مصنفہ شہر بانو بیگم کا ملتا ہے ان کی آپ بیتی "بیتی کہانی" ۱۸۸۵ء میں لکھی گئی۔انھوں نے جنوری ۱۸۸۶ء میں اس میں ترمیم واضافہ کیا۔اور چھپتے چھپتے یہ سو سال بعد معین الدین عقیل کی تدوین کے بعد پہلی بار ۱۹۹۵ء میں شائع ہوئی۔دوسری اہم خود نوشت بھوپال کی خاتون حکمران سلطان جہان بیگم کی تزکِ سلطانی (1903ء) ہے،دیگر آپ بیتیوں میں عطیہ فیضی کی "زمانہ تحصیل(1923ء)،وزیر سلطان بیگم کی نیر نگِ بخت(1924)،"بملا کماری کی آپ بیتی ایک ایکٹریس کی آپ بیتی (1942ء)،قیصری بیگم کی کتابِ زندگی (۱۹۶۷ء)،انیس قدوائی کی آزادی کی چھاؤں میں (۱۹۷۵ء)،صالحہ عابد حسین کی سلسلۂ روز وشب(۱۹۸۴ء)،ادا جعفری کی جو رہی سو بے خبری رہی (۱۹۹۵ء)،حمیدہ اختر حسین رائے پوری کی ہم سفر (۱۹۹۵ء)،کشور ناہید کی بُری عورت کی کتھا(۱۹۹۵ء)،سعیدہ بانو احمد کی ڈگر سے ہٹ کر(۱۹۹۶ء)، بیگم جہاں آرا حبیب اللہ کی زندگی کی یادیں (۲۰۰۳ء)وغیرہ شامل ہیں۔یہ آپ بیتیاں اپنے منفرد اندازِ بیان اور خصائص کے بموجب ادب میں اپنا اپنا مقام بنانے میں کامیاب ہوئیں ہیں۔حمیدہ اختر حسین رائے پوری کی آپ بیتی "ہم سفر "کا نام بھی ان آپ بیتیوں میں نمایاں ہے۔

بیگم حمیدہ اختر حسین متحدہ ہندوستان کے نامور پولیس آفیسر اور اُردو کے پہلے جاسوسی ناول نگار ظفر عمر کی صاحبزادی تھیں۔ آپ 22 نومبر 1918ء کو ہر دوئی کے مقام پر پیدا ہوئی۔1935ء میں ان کی شادی اردو کے اہم ترقی پسند محقق، نقاد اور ادیب اختر حسین رائے پوری سے ہوئی۔1992ء میں اختر حسین رائے پوری کی وفات کے بعد انہوں نے اپنی ادبی زندگی کا آغاز اپنی خود نوشت "آپ بیتی "ہمسفر کے اوراق سے کیا۔اس کے علاوہ ان کے خاکوں کے دو مجموعے " نایاب ہیں ہم" اور "چہرے مہرے"علاوہ ازیں بچوں کی کہانیوں کا مجموعہ "سدا بہار" کھانے پکانے کی ترکیبوں کا مجموعہ "پکاؤ اور کھلاؤ"اور ایک ناول "وہ کون تھی؟" ان کا کل ادبی سرمایہ ہے۔1998ء میں اکادمی ادبیات پاکستان نے "نایاب ہیں ہم "پر انھیں وزیر اعظم ادبی انعام سے نوازا۔ حمیدہ اختر حسین رائے پوری 20 اپریل 2002 ء کو کراچی میں اپنے خلقِ حقیقی سے جاملیں اور وہیں پہ آسودہ خاک ہوئیں ۔حمیدہ صاحبہ نے اپنی ساری زندگی امور خانہ داری کی نذر کر دی۔ان کی زندگی کے دو ہی مقصد تھے۔بچوں کی بہترین تربیت اور مصافِ زندگی میں شوہر کی پروانہ وار رفاقت۔ان مقاصد میں انہیں بے مثال کامیابی حاصل ہوئی۔بچے اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے اپنی اپنی دنیاؤں میں کھو گئے اور شوہر ادب اور زندگی کے میدانوں میں کامیابیوں کی داستانیں چھوڑ کر ابدی منزل کو روانہ ہوئے۔اپنے شوہر کی وفات کے بعد انہوں نے ڈاکٹر جمیل جالبی کے اصرار پر 72 سال کی عمر میں اپنی زندگی کے سنہرے واقعات و لمحات کو صفحہ قرطاس پر اتارا اور یادوں کی ایک حسین دنیا اپنی آپ بیتی "ہم سفر "میں آباد کی۔اردو میں اسے بلاشبہ اپنے طور کی واحد منفرد آپ بیتی کہا جاسکتا ہے۔اس کے زیبِ قرطاس ہونے کی کہانی بھی اپنی جگہ منفرد ہے۔بقول مشفق خواجہ:

> "ڈاکٹر جمیل جالبی زندگی بھر کرم خوردہ مخطوطات سے ادیبوں کو برآمد کرتے رہے ہیں، مگر یہاں معاملہ ایک جیتی جاگتی خاتون کا تھا جن میں جالبی صاحب کی چشمِ جوہر شناس کو ایک طرح دار ادیبہ نظر آرہی تھی۔"2

ہوا یہ کہ معروف علمی وادبی شخصیت کے حامل اختر حسین رائے پوری نے جب سفر آخرت اختیار کیا تو ان کی وفا شعار اور جان نثار اہلیہ حمیدہ اختر حسین غم و الم سے بے کل ہو گئیں۔ان کی یہ کیفیت دیکھ کر ڈاکٹر جمیل جالبی میں بصد اصرار انہیں اس پر آمادہ کر لیا کہ وہ بیتے وقت کی جن یادوں کے جھرمٹ میں گھری ہیں انہیں صفحہ قرطاس پر اس طرح منتقل کر دیں جیسے وہ انھیں قصہ سنا رہی ہوں یوں ان کا کتھارسس بھی ہو جائے گا اور یہ گرانقدر واقعات و تجربات نئی نسل تک بھی منتقل ہو جائیں گے۔یوں یہ منفرد آپ بیتی وجود میں آئی۔یہی وجہ ہے کہ اس کا انداز تحریر دیگر معاصر سوانح عمریوں سے بے حد مختلف ہے انداز ایسا ہے جسے قصہ گوئی کر رہی ہوں۔پیش لفظ میں حمیدہ اختر حسین لکھتی ہیں:

> " کبھی کبھی ہمارے مولوی صاحب اختر سے کہا کرتے۔ بھئی!اختر تم جب بھی پشاور جانا تو اپنی بیوی کو بازار قصہ خوانی کے چوراہے پر بٹھا کر آواز لگانا، "لوگو آؤ آج ایک عورت قصہ خواں سے قصہ سن لو۔"3

قصہ گوئی کے انداز کے سبب ان کا انداز تحریر ایسا تھا کہ خود انہی کے الفاظ میں:

> "پورے مسودے میں نا پیراگراف تھا نہ فل سٹاپ نہ کاما۔"4

ڈاکٹر جمیل جالبی کی نظر ثانی کے بعد یہ مسودہ کتابی شکل میں آنے کے قابل ہوا۔"ہم سفر" کے اس پس منظر کو سامنے رکھ لینے سے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ یہ کس نوعیت کی آپ بیتی ہے۔یہ آپ بیتی پہلے رسالہ" افکار" میں چھپتی رہی بعد ازاں بے پناہ مقبولیت کے باعث 1999ء میں مکتبہ دانیال کراچی سے چھپ کر کتابی صورت

Vol. 7 No.1 2024
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

میں منظر عام پر آئی۔اس کا انتساب مصنفہ نے اپنے شوہر اختر حسین رائے پوری کے نام کیا ہے۔یہ آپ بیتی 24 ابواب اور 356 صفحات پر مشتمل ہے۔اس میں مولوی عبدالحق کے دو خطوط بھی شامل ہیں جو انہوں نے حمیدہ اختر حسین کے والد کو لکھے۔اس کے علاوہ اس میں یادگار لمحوں کو تصویروں کے روپ میں پیش کر کے اس کتاب کی دلچسپی اور خوبصورتی میں اضافہ کیا گیا ہے۔کتاب کے آخر میں مولوی عبدالحق کا لکھا ہوا سہرا بھی شامل کیا گیا جو انہوں نے اختر حسین رائے پوری کی شادی پر پڑھا تھا۔

حمیدہ اختر حسین رائے پوری کی اس آپ بیتی "ہم سفر" کے نمایاں پہلوؤں کا جائزہ لیا جائے تو اس کی سب سے نمایاں خوبی اس میں مختلف شخصیات جن میں کچھ سیاست دان،مشاہیر،ادیب،نقاد،کچھ شعرا وغیرہ کی خاکہ نگاری ہے۔

خاکہ انگریزی زبان کا لفظ **sketch** کا ترجمہ ہے. جس کی لغوی معنی سانچہ ،چربہ،ڈھانچہ، یا قالب ہے لیکن ادبی اصطلاح میں خاکہ نگاری سے مراد کسی شخص کی ایسی لفظی تصویر ہے جو اس کے اصل خدوخال، کردار اور عادات ومشاغل کو اس جامعیت مگر اختصار کے ساتھ پیش کرے کہ قاری اس شخص کے بارے میں ایک واضح تصور اور تاثر قائم کر سکے۔خاکہ نگاری کو شخصیہ نگاری یا مرقع کشی کا نام بھی دیا جاتا ہے۔ایک اچھے خاکے کے لیے ضروری ہے کہ زیر بحث شخص کی سیرت،نفسیات ،فطری عادات،چال ڈھال، حلیے،اندازِ نشست و برخاست اور انداز گفتگو کو اس طرح پیش کیا جائے کہ صاحب خاکہ جیتا جاگتا ہمارے سامنے آجائے۔ خاکے کا انداز،سادہ، سلیس ،آسان،عام فہم اور واضح ہونا چاہیے۔تحریر کی روانی،تازگی،بے ساختگی اور شگفتگی خاکے میں دلچسپی کا سبب بنتی ہے۔

حمیدہ اختر حسین رائے پوری نے اپنی آپ بیتی" ،،ہم سفر،، "میں کرداروں کی عمدہ اور کامیاب خاکہ نگاری کے جوہر دکھائے ہیں۔ ہم سفر میں بہت سی شخصیات کی رنگارنگی اور زندگی سے بھرپور تصویریں ملتی ہیں اور بہت سی شخصیت بڑی شان اور اپنی تمام تر خصوصیات کے ساتھ "ہم سفر" بے جلوہ گر نظر آتی ہیں۔حمیدہ اختر حسین نے ہم سفر میں ہر کردار و شخصیت کو اتنی خوبصورتی سے پیش کیا کہ قاری نہ صرف ان شخصیات کے مختلف پہلوؤں سے آشنا ہوتا ہے بلکہ براہِ راست ملاقات کرتا بھی نظر آتا ہے۔حمیدہ اختر حسین رائے پوری کی خاکہ نگاری کی اہم خصوصیت جو ہمیں ہم سفر میں نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے شخصیات کی سیرت نگاری میں حقیقی رنگ بھرے ہیں چاہے اس شخص کا خاکہ مختصر ہو یا طویل مگر جامع اور دلچسپ ہوتا ہے۔اس حوالے سے مشفق خواجہ لکھتے ہیں:

> "اگر اس کتاب کو اہم شخصیات کا نگار خانہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ قائدِ اعظم، مہاتما گاندھی، پنڈت جواہر لال نہرو، سروجنی نائیڈو ،خالدہ ادیب خانم، قاضی عبدالغفار، ڈاکٹر محمد اشرف،ن۔م۔راشد اور دوسرے بہت سے مشاہیر سے ہم نہ صرف ملتے ہیں بلکہ ان میں سے بعض کو بہت قریب سے دیکھتے بھی ہے اور ان کے بارے میں ہمیں بہت سی نئی نئی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔"5

"بہت سی اہم شخصیات "،،ہم سفر،،،" کے کینوس پر جلوہ گر نظر آتی ہیں۔مصنفہ نے کرداروں کے کچھ اس طرح دل کش مرقعے پیش کیے ہیں کہ قاری نہ صرف ان شخصیات کے جملہ اوصاف سے آگاہ ہوتا ہے بلکہ ان کرداروں سے براہِ راست ملاقات کرتا بھی نظر آتا ہے۔"ہم سفر" وہ جب بھی کسی شخصیت سے ملتی ہیں اس کا تعارف اس بھرپور انداز سے کرواتی ہے کہ اس شخص کی تصویر ہماری آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے اور یوں لگتا ہے وہ شخص ہمارے سامنے آکھڑا ہوا ہے۔

"ہم سفر" کے اوراق میں جن مختلف شخصیات، سیاست دانوں،مشاہیر،ادباء،ناقدین وشعرا کے خاکے ملتے ہیں۔ان میں مولوی عبدالحق، قائدِ اعظم،مہاتما گاندھی، پنڈت جواہر لال نہرو،اختر حسین رائے پوری، سروجنی نائیڈو، خالدہ ادیب خانم، قاضی عبدالغفار،ڈاکٹر محمد اشرف،ن م راشد، منیر بانو، محمد شفیع،ڈاکٹر جمیل جالبی،سبطِ حسن،اسرار الحق مجاز،ساغر نظامی،جاں نثار اختر،جگر مرادآبادی،جوش ملیح آبادی، محمود الظفر،ڈاکٹر رشید جہاں، حبیب جالب،احتشام الحق حقی کے نام نمایاں ہیں۔

"،،ہم سفر "میں سب سے دلچسپ خاکہ بابائے اردو **مولوی عبدالحق** کا ہے۔جنہوں نے اپنی پوری زندگی علم وادب خصوصا اردو ادب اور زبان کی ترقی وفروغ کے لیے وقف کر دی ۔"ہم سفر "میں ہمیں ان کی شخصیت کے بہت سے پوشیدہ پہلو دیکھنے کو ملتے ہیں ۔وہ ایک سنجیدہ اور متین مولوی صاحب سے ہٹ کر فطرت سے لگاؤ رکھنے والے، ہنسی مذاق کرنے والے، رشتوں سے محبت کرنے والے، مولوی صاحب کے روپ میں نظر آتے ہیں۔ان کی شخصیت کی عکاسی جس طرح حمیدہ اختر حسین نے کی ہے اس میں ہمیں خاص وضع داری ،رکھ رکھاؤ،والہانہ محبت، پروقار انداز، باکمال شخصیت،حساس وہمدرد دل رکھنے والے مولوی صاحب کی شخصیت ملتی ہے۔انہوں نے حمیدہ اختر حسین

Vol. 7 No.1 2024
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

اور اختر حسین رائے پوری کو بالکل اپنی اولاد کی طرح پالا۔ حمیدہ اور اختر حسین ان کے پاس تقریباً دو سال رہے۔ اختر حسین ان کی شخصیت سے بے حد متاثر تھے وہ ان کے بارے میں کہتے تھے:

"بوڑھے طالسطائی کو نوجوان گورکی نے جس غور سے دیکھا تھا کچھ اسی انداز سے میں نے اس بزرگ کو دیکھا۔" 6

مولوی صاحب کی شخصیت میں خاص وضعداری اور رکھ رکھاؤ تھا۔ ان کا انداز پروقار تھا اور انہیں اردو سے والہانہ محبت تھی۔ فطرت سے انہیں لگاؤ تھا۔ سنجیدہ اور متین مولوی صاحب "ہم سفر" میں ایک کھلنڈری شخصیت کے روپ میں ہمارے سامنے آتے ہیں۔ ان کی زندگی کے ایسے نہاخانوں سے پردہ اٹھتا ہے جن کے بارے میں کم لوگ جانتے ہیں بقول مشفق خواجہ:

"مولوی صاحب کی شخصیت پر علم اور سنجیدگی کے جو دبیز پردے پڑے ہوئے ہیں انہیں ہٹا کر مصنفہ نے ہمیں ایک ایسے شخص سے ملوایا ہے۔ جس کی خوش مزاجی اور زندہ دلی لڑکپن کی شوخیوں کو بھی مات کر دیتی ہے یہ شخص اپنے سے چھوٹوں میں انھیں کی سطح پر آ کر اور سن و سال کے فرق کو مٹا کر اس طرح گھل مل جاتا ہے کہ علمی و تحقیقی کاموں میں مصروف رہنے والے مولوی عبدالحق سے بالکل مختلف دکھائی دیتا ہے۔ اس کتاب میں مولوی عبدالحق کی بڑی نادر تصویر نظر آتی ہے کہیں وہ چہرہ بگاڑ کر بچوں کو ڈرا رہے ہیں کہیں' کہیں براتیوں کے ساتھ مل کر گانے گا رہے ہیں اور کہیں بیڈ منٹن، تاش اور پچیسی کھیل رہے ہیں۔ یہ کھلنڈرے مولوی عبدالحق اس کتاب کے سوا کسی دوسری جگہ دکھائی نہیں دیتے۔" 7

حمیدہ اختر حسین کی مولوی صاحب سے پہلی ملاقات اس وقت ہوئی تھی جب وہ اختر حسین رائے پوری کی بارات لے کر حمیدہ کے گھر آئے تھے۔ "ہم سفر" میں بہت سے واقعات ہمیں ایسے ملتے ہیں مثلاً جب مولوی صاحب بیڈ منٹن کے کھیل میں دلچسپی لیتے' ہارنے پر کھیل بگاڑتے نظر آتے تو ان کے اندر ایک چھپا ہوا بچہ سامنے آ جاتا۔ ان واقعات سے اس حقیقت کا ادراک ہوتا ہے۔ جو اختر حسین رائے پوری نے حمیدہ سے کہا تھا:

"مولوی صاحب ہمارے اوپر سے کچھ اور ہیں مگر ان کے اندر ایک چھپا ہوا بچہ رہتا ہے۔" 8

مولوی عبدالحق کی شخصیت کی سب سے اہم خاصیت حمیدہ صاحبہ نے یہ بیان کی ہے کہ مولوی صاحب کی شخصیت سراپا محبت تھی جو کبھی انسانوں سے محبت اور کبھی پرندوں اور جانوروں سے محبت کے روپ میں سامنے آتی ہے۔ اس حوالے سے مولوی صاحب کی تعریف کچھ یوں کی ہے:

"۔۔۔۔مولوی صاحب صرف علمیت کے لحاظ سے ہی بڑے نہیں بلکہ انسانیت کے درجے پہ بھی پورے اترتے ہیں۔ جو انسان جانوروں سے پیار کر سکتا ہے اس کا دل بہت نرم ہوتا ہے۔" 9

"ہم سفر" کے اوراق میں مولوی صاحب نہایت شفقت و محبت کرنے والے اور بھولے بھالے انسان کے طور پر نظر آتے ہیں حمیدہ صاحبہ اور اختر حسین رائے پوری اپنے آپ کو ان کے زیر سایہ رہنے کی وجہ سے خوش قسمت سمجھتے ہیں۔ اس حوالے سے حمیدہ اختر حسین لکھتی ہیں:

"جمیل بھائی آپ سب نے بابائے اردو کو اور طرح دیکھا ہے یعنی ایک عالم، مفکر، ناقد، ادیب اور اردو زبان کے کھیون ہار، مگر میں اور اختر خوش نصیب ہستی ہیں۔ جنھوں نے بابائے اردو کو بہت ہی عظیم انسان کی حیثیت سے دیکھا کہ وہ کیسی محبت، شفقت، دلداریوں کا بہتا سمندر تھے۔ علمیت اور اردو کے عشق نے ان کو ایک ایسا سپاہی بنائے رکھا جو چوبیں گھنٹے محاذ پر کھڑا ہو۔ کسی نے کبھی سوچا ہی نہ ہو گا کہ وہ کتنے تھک جاتے ہوں گے۔ جو شخص انسانوں کا ایک انبوہ لیے مشعل دکھاتا' راہ سمجھاتا ہراول دستے کا راہی ہے کس قدر اندر سے تنہا اور چھوٹی چھوٹی خوشیوں سے اپنے آپ کو محروم رکھتا ہے۔" 10

"ہم سفر" میں دوسرا اہم خاکہ حمیدا اختر حسین رائے پوری کی **والدہ** کا ہے۔ اپنی والدہ کا ذکر حمیدہ صاحبہ نے بہت محبت اور عقیدت و احترام سے کیا ہے۔ حمیدہ صاحبہ کی شخصیت کو بنانے اور ان کی بہترین تعلیم و تربیت میں ان کی والدہ نے اہم کردار ادا کیا۔ حمیدہ صاحبہ کی والدہ نہایت سلیقہ مند، معاملہ فہم، نڈر، پیار کرنے والی، اصول

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

پرست، سمجھدار، باشعور، حوصلہ افزائی کرنے والی ،پراعتماد عورت کے روپ میں سامنے آتی ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کی تعلیم و تربیت کی وجہ سے حمیدہ صاحبہ نے مشکل حالات اور دنیاداری سے ناواقف لوگوں کے ساتھ شادی کے بعد عمدگی سے نبھا کیا۔ان کی والدہ کی نصیحت آمیز باتوں نے قدم قدم پر ان کی رہنمائی کی حمیدہ کی والدہ کی شخصیت کی سب سے بڑی خاصیت یہ کہ انہوں نے بچوں کو پیار کے ساتھ ساتھ بے خوفی اور اعتماد کی دولت سے بھی نوازا۔اس سلسلے میں حمیدہ اختر حسین رائے پوری ہم سفر میں لکھتی ہیں:

"ہماری اماں دوسری ماؤں سے بہت مختلف تھیں ۔اولاد کے ساتھ کبھی لاڈو دلار اور چاؤ چونچلے نہ کرتی تھیں ۔لفظ ڈر سے ان کو نفرت تھی۔"11

حمیدہ کی والدہ نے اپنے بچوں کو ہمیشہ آگے بڑھنے کا درس دیا۔ہر قدم پر ان کی حوصلہ افزائی کی۔اس کی مثال یہ ہے کہ جب حمیدہ خود لکھنؤ جا کر چیف منسٹر سے اپنا اور اختر حسین رائے پوری کا پاسپورٹ بنوا کر لائی تو اس موقع کے بارے میں وہ خود لکھتی ہیں:

"اماں نے بڑے فخر بھرے انداز سے دیکھ کر کہا کہ جس کی ہمت ٹوٹ جاتی ہے وہ زندگی کی دوڑ میں ہمیشہ پیچھے رہ جاتا ہے"12

ان مثالوں سے واضح ہوتا ہے کہ حمیدہ اختر حسین نے جس طرح اپنی والدہ کی شخصیت کی عکاسی کی ہے وہ ایک بلند کردار خاتون نظر آتی ہیں۔جن کی تربیت نے حمیدہ صاحبہ کو ایک خوشگوار زندگی گزارنے کا گر سکھایا ہے۔حمیدہ صاحبہ نے اپنی والدہ اور ان کی سمجھ داری،والدہ کی قبل از شادی کی گئی نصیحتوں،آداب خانہ داری اور سکھی زندگی کے گر سکھانے کا جابجا ذکر کیا ہے۔ان کی نصیحت کے مطابق حمیدہ اختر نے شروع ہی سے دو لفافے "برائے اشد ضروری"اور"برائے قرض"بنا لیے تھے جن میں وقتاً فوقتاً رقم جمع کرتی رہتی تھیں۔اسی طرح ان کی والدہ نے انہیں امورِ خانہ داری کے دیگر بنیادی اصول اور ضروری کام بھی سکھا دیے تھے۔مثلاً جب انہوں نے مولوی عبدالحق کے پاؤں پر پٹی کس کر صفائی سے باندھی تو مولوی صاحب بول اٹھے:

"یہ تمہاری اماں تو مجھے کوئی بقراط سقراط معلوم ہوتی ہے جانے کیا کیا تم کو بتا دیا ہے۔"13

"ہم سفر"کی سب سے اہم شخصیت **اختر حسین رائے پوری** ہیں۔ حمیدہ اختر حسین نے اختر حسین رائے پوری کا خاکہ بڑے جذباتی لگاؤ اور محبت سے پیش کیا ہے حمیدہ اختر حسین کی پہلی ملاقات اختر حسین سے ڈاکٹر کے ایم اشرف کے گھر ہوئی جو آل انڈیا کمیونسٹ پارٹی کے پہلے جنرل سیکرٹری تھے۔

اختر حسین رائے پوری ایک ترقی پسند ادیب جن کا مطالعہ وسیع،ہفت زبان،دانشور،لگن اور توجہ سے کام کرنے والے، محنتی،ذہین،دنیاداری سے ناواقف، محبت اور حوصلہ افزائی کرنے والے،پاکستان کی بے لوث خدمت کرنے والے،ذمہ دار شخص کے روپ میں ہمیں ہم سفر میں نظر آتے ہیں حمیدہ اپنے شوہر اختر حسین رائے پوری کا نقشہ کچھ یوں کھینچتی ہیں:

"قد میں نہ لمبے نہ ٹھگنے،مگر دکھاوٹ میں لمبے لگتے' صاف رنگ، ناک نقش میں یہ خاص بات کے ہونٹ خاصے موٹے 'مگر آنکھوں کی ذہانت شاید ہونٹوں کی وہ موٹان کی پردہ داری کر لیتی 'دیکھنے والے کی نظریں ان کی کشادہ پیشانی آنکھوں کی ذہانت اور گہرائی کی طرف متوجہ رہ جاتیں۔سر پر گھنے بال 'ٹوپی کا استعمال نہیں، سوٹ بوٹ یوں ڈٹا کر تن کر چلنے کا انداز کہ دوسرے کو ان پر صاحبیت کا شبہ سا ہو 'چہرہ اور انداز میں خاص بات جس سے ہر شخص کو اندازہ ہو جاتا کہ نہ خود بے تکلف ہوں گے اور نہ دوسرے کو اس کی اجازت دیں گے۔"14

اختر حسین کی شخصیت کی خاصیت حمیدہ صاحبہ نے"ہم سفر"میں یہ بھی بیان کی ہے کہ انہوں نے کبھی کسی کی بے جا تعریف و تنقید نہیں کی۔ہمیشہ غیر جانبداری سے قلم اٹھایا ہے ۔اپنی ذات پر تنقید کو پسند کرتے تھے اور حوصلہ افزائی بھی کرتے تھے۔بقول حمیدہ اختر حسین کہ وہ کہتے تھے"میں پل باندھنے کا عادی نہیں۔"15اختر حسین رائے پوری ایک آزاد منش انسان تھے۔پابندی ان کی فطرت میں نہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ مولوی صاحب کو ان سے توقعات تھیں کہ آگے چل کر انجمن کے فرائض انجام دیں گے مگر انہوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا:"میں ایک آزاد سیلانی بندے کی پابندی کرنے کا اہل نہیں۔"16

اختر حسین رائے پوری ذہین انسان تھے۔ جس کام کا ارادہ کرتے اسے سیکھ کر دم لیتے، معلومات کا وسیع ذخیرہ ان کے پاس تھا۔اس لیے کوئی بھی موضوع ہو ادب ہو یا مذہب ہر موضوع پر بڑے دلچسپ انداز سے بولتے۔ فنِ موسیقی سے بھی لگاؤ رکھتے۔ اختر حسین رائے پوری ان شخصیات میں سے تھے جنھوں نے پاکستان بننے کے بعد مختصر وسائل ہونے کے باوجود پاکستان کی بے لوث خدمت کی۔ ان کی شخصیت کی سب سے اہم خوبی ان کی بے پناہ اور بے لوث محبت ہے۔ جس کا ذکر حمیدہ نے ہم سفر کے ہر ورق، ہر جملے اور حرف میں کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حمیدہ اختر حسین کو ان سے بچھڑنے کا بہت دکھ تھا اور بہت تکلیف دہ اور مشکل بھی۔ اسی تکلیف کو کم کرنے کے لیے انہوں نے آپ بیتی" ہم سفر "کو تخلیق کیا۔

حمیدہ اختر حسین کی آپ بیتی "ہم سفر" میں ایک اہم اور متاثر کن خاکہ ان کی سہیلی **منیر بانو** کا ہے۔ جو کہ منظور یار جنگ کی صاحبزادی تھیں مدراس جانے سے قبل مولوی صاحب اور اختر چند دن کے لیے حمیدہ کو منیر بانو کے گھر چھوڑ آئے تھے۔ وہیں حمیدہ اختر حسین کی ملاقات منیر بانو سے ہوئی جو کہ شاہانہ ٹھاٹھ کے ساتھ زندگی گزار رہی تھیں ان کے سکول سے آنے کا سماں اور تعارف حمیدہ کچھ یوں بیان کرتی ہیں:

> "تین عدد باندیاں وہاں کھڑی تھیں، موٹر پورچ میں آ کر رکی۔ ایک نے بڑھ کر دروازہ کھولا۔ ایک نے بستہ پکڑا۔ موٹر سے منیر بانو سانولی رنگت والی' نازک بدن اور مناسب قد' ان کا پاؤں موٹر سے بڑی ادا کے ساتھ باہر نکلا 'پھر خود نمودار ہوئیں۔ حیدرآبادی جوڑا جس کا دوپٹہ پانچ میٹر ہوتا ہے۔ بیل ٹکا چنا ہوا دوپٹہ' لمبی سی موٹی چوٹی' مو باف پڑی شانے پہ ڈھلک آئی تھی۔ سر کو ایک بڑی ادا سے جھٹکا دے کر اس کو پیچھے کیا۔ ایک باندی نے بستہ ہاتھ میں تھام لیا۔ سیڑھی چڑھ کر برآمدے میں جیسے ہی قدم رکھا ایک باندی نے دوپٹہ شانوں پر سے ہاتھ میں یوں لے لیا کہ صبح سے اب تک شانے تھک گئے ہوں گے پاشی نے بڑھ کر چٹ چٹ بلائیں لیں پھر ہم دونوں کو ملایا۔"17

حمیدہ کو پہلی ملاقات میں منیر بانو "نخرو پٹی" اور "نازوں میں بگڑی" ہوئی لڑکی کچھ عجیب سی لگی۔ پھر آہستہ آہستہ جب ان کی خوبیاں ظاہر ہوئیں تو حمیدہ کی ان سے گہری دوستی ہو گئی۔ قیام پاکستان کے بعد منیر مانو اپنے شوہر مسعود کے ساتھ پاکستان آئیں۔ یہاں اکر لوٹ کھسوٹ بے ایمانی کا بازار گرم دیکھ کر ان کے شوہر نے دنیاداری سے منہ موڑ لیا اور کنارہ کشی اختیار کی۔ مگر سب شاہانہ ٹھاٹ چھوڑ کر اس عظیم عورت نے حالات کا مردانہ وار مقابلہ کیا اور اپنے پانچ بچوں کو اعلیٰ تعلیم اور انسانیت کے جوہر سے آراستہ کیا۔ "ہم سفر" میں وہ ایک باہمت، باحوصلہ عورت کے روپ میں سامنے آتی ہیں۔

"ہم سفر" میں ہمیں **پریم بداویوی** کا خاکہ بڑا دلچسپ اور عمدہ ملتا ہے۔ پریم بداویوی اختر کی سوتیلی نانی اور سروجنی نائیڈو کی سہیلی تھیں۔ ان کا تعلق اگرچہ بنگال سے تھا مگر انھوں نے آکسفورڈ سے تعلیم حاصل کی یہ ایک شاعرہ ہونے کے ساتھ ساتھ انگریزی مضامین بھی لکھتی تھیں۔ حمیدہ کو سروجنی نائڈو نے پریم بداویوی کے بارے میں بتایا اس لیے ان کا تعارف سروجنی نائیڈو کرواتی ہیں:

> "ہمارے پروفیسر کے ساتھ ایک بنگالی لڑکی، دبلی پتلی، چمپئی رنگت، تیکھے ناک نقش، لمبا قد، بڑا سا جوڑا باندھے، بندیا لگائے، پروقار چال کے ساتھ ہمارے کلاس روم میں ان کے ساتھ داخل ہوئی۔ سارے طلبہ کی نگاہیں ان پر ٹک سی گئیں۔ ہم سب کو یہ کہہ کر بلوایا کہ یہ پریم بداویوی ہیں بنگال سے تعلق رکھتی ہیں۔"18

پریم بداویوی ایک بہادر اور پراعتماد اور بلند حوصلہ خاتون تھیں۔ دوسروں کی خوشی میں خوش ہونے والی اور دوسروں کے غموں کو اپنا سمجھنے والی خاتون تھیں۔ مگر اپنے غموں پر ماتم کرنے کی بجائے ہمت اور حوصلے سے کام لیتی تھیں۔ آٹھ سال کی عمر میں جب ان کا بیٹا منوہر زہریلی آئس کریم کھانے سے مر گیا تو بھی انہوں نے نہایت صبر سے کام لیا اور اپنے شوہر تارا ناتھ بنرجی (جو کہ بیرسٹر تھے) کو حوصلہ دیتی تھیں۔ ہم سفر میں اس کی مثال کچھ یوں ملتی ہے:

> "دیکھو تارا ایک عام انسان والی کمزوری تو خدارا نہ دکھاؤ دنیا میں ہر آنے والا دیر سویر جاتا ضرور ہے۔"19

"ہم سفر" کے اوراق میں **مسز سروجنی نائیڈو** کا خاکہ بھی دلچسپی کا حامل ہے۔ مسز سروجنی نائیڈو ایک ادیبہ تھیں لیکن کانگرس کی ایک سرگرم رکن بھی۔ حیدرآباد میں قیام کے دوران اختر حسین اکثر جمعہ کے دن ان کے گھر جاتے تھے۔ انگریزی میں شعر کہتی تھیں اور ایسی خوش تقریر تھیں کہ سب انہیں **"بلبل ہند"** کہتے تھے۔

Vol. 7 No.1 2024
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

انہوں نے حمیدہ کو اپنی بیٹی بنا رکھا تھا۔گھریلو امور سے بھی انہیں دلچسپی تھی اس کے علاوہ پودوں سے بہت محبت کرتی تھیں۔ باغبانی کا بھی شوق تھا حمیدہ اختر حسین نے ہم سفر میں ان کا خاکہ کچھ یوں کھینچا ہے:

> "بڑی بڑی چمکتی آنکھیں، ذرا پھولی پھولی سی ناک اور موٹے سے ہونٹ، گندمی رنگ، بڑا کشادہ ماتھا، کبھی بالوں میں ضرور گھونگر رہا ہو گا مگر اب تو صرف ایک دو لہریں تھیں۔ بڑا سا جوڑا بتا رہا تھا کہ بال خوب لمبے ہیں۔ اس میں ایک ہیئر پن میں کئی ایک بیلے کے پھول ایک گچھے کی طرح لگ رہے تھے۔ کسی بہت بڑھیا سینٹ کی خوشبو کے بھپکے آ رہے تھے۔ گیندوئے رنگ کی ساڑی میں سبز چوڑا اس کا بارڈر، بے آستین کا بلاؤز، موٹے موٹے ہاتھ پورے دکھائی دیتے ہوئے۔۔۔ مسکراہٹ کچھ ایسی جیسے مستقل ان کی شخصیت کا حصہ ہے جب ہنسے تو چمکتے دانت موتی کی لڑی سے لگے۔"20

"ہم سفر" میں ایک مختصر سا خاکہ **میاں محمد شفیع** کا بھی شامل ہے جو حمیدہ کے بھائی شوکت عمر اور اختر کے دوست بھی تھے۔ ان کا خاندان چرم کپاس اور چاول کی ایکسپورٹ کی تجارت کرتا تھا جس کی وجہ سے دنیا کے سب ہی بڑے ملکوں میں ان کے دفاتر اور ایجنٹ موجود تھے۔ دولت کی ریل پیل کے باوجود سادہ اور صوفی منش انسان تھے ان کا حلیہ حمیدہ اختر حسین نے الفاظ میں بیان کیا ہے:

> "گول سا چہرہ جو چیچک کے داغوں سے بھرا ہوا تھا۔ گندمی رنگ، جسم بھرا بھرا، قد درمیانہ سا، کشادہ پیشانی، آنکھوں میں شرافت اور انسانیت کی جھلک کا احساس ضرور ہوا۔"21

میاں محمد شفیع صاحب کی ملاقات حمیدہ اختر حسین سے اس طرح ہوئی کہ نہ صرف یورپ سے واپسی پر بحری جہاز پر حمیدہ اور ان کے بیٹے کامران کا پورا خیال رکھا بلکہ جب حمیدہ دوبارہ ان سے اور ان کے خاندان کے دیگر افراد سے چنیوٹ میں ملیں تو بھی انہوں نے ہر طرح سے ان کا خیال رکھا حمیدہ ان کی تعریف یوں کرتی ہیں:

> "ایک مومن بندہ ہیں جن کو قرب خداوندی نصیب ہے کہ شفیع بھائی کی زندگی کا ہر پل خدمتِ خلقِ خدا چھپ چھپ کر کرنا میں نے اور اختر نے دیکھا۔"22

**پنڈت جواہر لال نہرو** کا خاکہ بھی حمیدہ اختر حسین نے کھینچا ہے جو ایک انڈین سیاسی لیڈر تھے۔ حمیدہ سے ان کی ملاقات پہلی دفعہ تب ہوئی جب وہ ان کا شکریہ پاسپورٹ ملنے پر ادا کرنے گئیں۔ ان کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچتی ہیں:

> "اپنی مردانہ خوبصورتی، شخصیت، عزم اور دبدبے کے ساتھ چہرے پر انسانیت اور ملائمیت بھی رکھتے تھے۔۔۔۔ موٹے کھدر کی دھوتی اس انداز سے بندھی ہوئی تھی کہ پتلی سوکھی ٹانگیں ران تک ننگی، نہ بنیان نہ کرتا، ایک ایک پسلی یوں نمایاں کہ بڑی آسانی سے گن لو۔ لمبا سا جنیؤ گلے میں پڑا ہوا، ماتھے پر تلک، سر کے بال برائے نام، ابھرا ہوا بے حد چوڑا ماتھا، پتلے پتلے ہونٹ، ایک دوسرے سے بھینچے ہوئے، ناک موٹی سی اور موٹی موٹی بھنویں، عجیب قسم کی آنکھیں، نہ تو بہت بڑی نہ چھوٹی مگر ان میں برقی روشنی سی۔۔۔۔۔ دھنسے ہوئے کلے جبڑے کی ہڈیاں ابھار لیے ہوئے، گندوی رنگ اور سامنے کے چار دانت غائب مٹھی بھر وزن۔"23

**ن۔م۔راشد** کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں وہ جدید نظم نگاری کے حوالے سے شہرت رکھتے ہیں۔ راشد اور اختر حسین کا تعلق دہلی میں ریڈیو میں ملازمت سے شروع ہوا اور جب اختر حسین رائے پوری یونیسکو کی ملازمت کے سلسلے میں ایران گئے تو وہاں بھی اختر اور راشد کے درمیان جو تعلق قائم ہوا۔ اس میں مزاج کے اختلاف کے باوجود کبھی فرق نہیں آیا۔ حمیدہ اختر حسین نے اپنی آپ بیتی "ہم سفر" میں راشد کی گھریلو اور ذاتی زندگی کو بے نقاب کیا ہے۔ "ہم سفر" کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ راشد اپنی انگریز بیوی سے خوش نہ تھے کیونکہ وہ ان کے ملک اور مذہب سے نفرت کرتی تھی ۔ "ہم سفر" کے اوراق میں راشد ایک دکھی انسان نظر آتے ہیں۔ اختر سے ان کی خوب جمتی تھی وہ ان کی نظمیں سنتے اور ان کی تعریف کرتے تھے۔

Vol. 7 No.1 2024
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

"ہم سفر" میں **خالدہ ادیب خانم اور ان کے شوہر عدنان بے** کے بھی خاکے ملتے ہیں ہے خالدہ ادیب خانم ایک ادیبہ اور سیاسی رکن تھیں۔ پہلی ملاقات کے حوالے سے خالدہ ادیب خانم کا تعارف حمیدہ اختر یوں کراتی ہیں:

"درمیانہ قد، چھریرا جسم، سنہرے بال، کشادہ ماتھا، بڑی بڑی آنکھیں جس میں چمک دمک کے ساتھ سمندر جیسی گہرائی کا احساس ہوا۔"24

عدنان بے اور خالدہ ادیب خانم ایک قومی وقار اور خودداری رکھتے تھے۔ وطن سے محبت کرتے تھے۔ کمال اتاترک کے اقتدار میں انہیں جلاوطن کر دیا گیا ۔ وہ اپنی جان بچانے کے لیے پیرس چلے گئے تو وہاں جا کر اپنے وطن اور حکمرانوں کو برا بھلا نہ کہا۔ خالدہ کی ملاقات حمیدہ اختر سے پیرس میں ہوئی تھی خالدہ ادیب اپنے وطن سے ہی نہیں بلکہ اس کی ہر چیز سے بھی محبت کرتی تھیں۔ یہ بات اس واقعے سے ظاہر ہوتی کہ جب انہوں نے اپنے ملک کا پرچم ایک سگرٹ پر بنا دیکھا جو نیچے پڑا ہوا تھا اسے اٹھا کر احترام سے رکھ لیا تاکہ اس کی بے حرمتی نہ ہو۔

مہاتما گاندھی کی شخصیت کے حوالے سے "ہم سفر" کا باب "گاندھی جی کا آشرم" انھیں ایک ہیرو سے ہٹ کر ان کی مکاری، چالاکی اور عیاری کا عکاس ہے۔

مشہور شخصیات کے علاوہ حمیدہ اختر حسین نے اپنے خاندان کے دیگر افراد کا ذکر کرتے ہوئے ان کے بخوبی خاکے کھینچے ہیں۔ "ہم سفر" کے پہلے حصے پر نظر ڈالی جائے تو ایک چھوٹے سے واقعے کی شاخوں کے طور پر ڈاکٹر کے ایم اشرف کے بچپن سے لے کر ملازمت تک کی کہانی، بھابھی کلثوم کے مزاج اور گفتگو کا ذکر، ذکن کا ذکر کا، اپنے بھائی شوکت عمر، بھابی جمیلہ کے کردار، صفیہ اور دیگر بہن بھائیوں کے معمولات کا ذکر کرتے ہوئے ان افرد کے مرقعے بھی اس آپ بیتی کے صفحات پر نظر آتے ہے۔

مجموعی طور پر حمیدہ اختر حسین رائے پوری کی آپ بیتی" ہم سفر" نہ صرف ان کی زندگی کے واقعات کی حسین عکاسی ہے۔ بلکہ اس عہد کی دیگر شخصیات کا نگار خانہ بھی ہے۔ خصوصاً مولوی عبدالحق کا خاکہ سب شخصیات کے خاکوں سے دلچسپ ہے۔ حمیدہ اختر حسین نے بڑی چابک دستی اور شوق و گہرے رنگوں سے اس نگار خانے کو بھرا ہے۔ ہر تصویر نہایت مکمل، دلچسپ اور پر کشش ہے۔ ہم سفر میں ہم صرف شخصیات سے متعارف نہیں ہوتے بلکہ ان کے ماحول، معاشرت، تہذیب، رکھ رکھاو اور طور طریقوں سے بھی آگاہ ہوتے ہیں۔ "ہم سفر" میں ہمیں کہیں مبالغے کا شائبہ تک نہیں ہوتا شخصیات کی تصویریں سچی اور حقیقی معلوم ہوتی ہیں۔ حمیدہ اختر حسین نے مرقع نگاری کی تشکیل میں سادہ، آسان، شستہ زبان استعمال کی ہے۔ اس آپ بیتی میں شخصیات کے خاکے پڑھ کے یہ محسوس نہیں ہوتا کہ عورت جس نے ساری زندگی کچھ تحریر نہ کیا ہو وہ اتنا اچھا لکھ سکتی ہے۔ انھیں خصائص نے آپ بیتی "ہم سفر" کو دیگر آپ بیتیوں میں نقشِ دوام کا درجہ عطا کیا ہے۔

**حوالہ جات**


1. احمر رفاعی، فنِ سوانح نگاری ایک نظر مشمولہ ماہنامہ نگار کراچی، جنوری فروری 1967ء، ص 7-8
2. حمیدہ اختر حسین رائے پوری، ہم سفر، کراچی: مکتبہ دانیال، 2005ء، ص 13
3. ایضاً، ص 12
4. ایضاً، ص 12
5. ایضاً، ص 15
6. ڈاکٹر اختر حسین رائے پوری، گردِ راہ، کراچی: مکتبہ دانیال، 2000ء، ص 10
7. حمیدہ اختر حسین رائے پوری، ہم سفر، کراچی: مکتبہ دانیال، 2005ء، ص 15
8. ایضاً، ص 85
9. ایضاً، ص 107

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7615

10. ایضاً،ص176
11. ایضاً،ص 15
12. ایضاً،ص201
13. ایضاً،ص157
14. ایضاً،ص217-218
15. ایضاً،ص113
16. ایضاً،ص152
17. ایضاً،ص120
18. ایضاً،ص134
19. ایضاً،ص142
20. ایضاً،ص81
21. ایضاً،ص241
22. ایضاً،ص248-249
23. ایضاً،ص204-207
24. ایضاً،ص223